درس قرآن

ڈاکٹر اسرار احمد

(۱۰)

سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ترتیب و تسوید: جمیل الرحمٰن / عاکف سعید

گزشتہ سے پیوستہ

© rasailojaraid.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ
وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○
وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ
فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ○ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ
سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ○ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ
اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ
لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ
وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ
اَمْعَآءَهُمْ ○ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ
قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۟ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ○ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ
تَقْوٰىهُمْ ○ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ
اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ○ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ
وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ

© rasailojaraid.

فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ○ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ○ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ○

اللہ تعالیٰ کی توفیق و تائید سے ہم سورۃ محمدؐ کے پہلے رکوع کا مطالعہ مکمل کر چکے ہیں۔ سورۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے رکوع میں وہ عمومی مضامین زیر بحث آئے ہیں جو قرآن حکیم کی مکی سورتوں میں نہایت تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں ہم ان کا ترجمہ اور ان کا مفہوم اجمالاً سمجھ لینے پر اکتفا کریں گے۔

آگے بڑھنے سے قبل، تمہیدی طور پر، اسلوب قرآنی سے متعلق مزید ایک بات نوٹ کر لیجئے اور وہ یہ کہ قرآن میں کسی اہم حقیقت کو اجاگر کرنے اور نکھارنے کے لئے فوری تقابل (SIMULTANEOUS CONTRAST) کا اسلوب کثرت سے ملتا ہے۔ اگر اہل جنت کا ذکر آتا ہے تو فوراً اہل جہنم کا نقشہ بھی دکھادیا جاتا ہے، مفلحین کا اگر کہیں ذکر آتا ہے تو ساتھ ہی خاسرین کا تذکرہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ سورۃ محمدؐ میں یہ اسلوب بہت نمایاں ہے۔

پہلے رکوع میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔ پہلی دو آیات کے مضمون پر غور کیجئے، اسلوب نمایاں انداز میں موجود ہے۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ○ "وہ لوگ جنہوں نے خود بھی کفر کی روش اختیار کی اور اللہ کے راستے سے خود بھی رکے اور دوسروں کو بھی روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، اللہ نے ان کی ساری بھاگ دوڑ اکارت کر دی، ان کی تمام تدبیریں ناکام کر دیں" ...... اور ......

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ○ ...... "ان کے مقابلہ میں وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، جنہوں نے نیک اعمال کئے، ایمان کے تقاضوں کو عملاً پورا کیا اور اس چیز پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی اور وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے، ان کا معاملہ یہ ہے کہ اللہ نے ان سے ان کی خامیوں کو، کوتاہیوں کو، لغزشوں کو، خطاؤں کو دور کر دیا اور ان کے تمام احوال درست فرما دیئے۔" دوسرے رکوع میں یہ

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

تقابل خاص طور پر آخرت کے حوالے سے آیا ہے..... اس تمہیدی گفتگو کے بعد ہم اللہ کے نام سے مطالعہ شروع کرتے ہیں۔

آخرت کے دو مختلف انجام

فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُدْخِلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ "یقیناً اللہ تعالیٰ داخل فرمائے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے ان باغات میں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔" پچھلی نشستوں میں میں اس کی تشریح کر چکا ہوں کہ خاص طور پر مکی سورتوں میں اور پھر ابتدائی مدنیات میں جن میں سے میرے خیال میں 'یہ سورۂ مبارکہ اغلباً دوسری سورہ ہے' 'اعمال صالحہ' سے کون سے اعمال مراد ہوتے ہیں! ———— ابھی شریعت کے تفصیلی احکام تو [illegible] زکوٰۃ کا پورا نظام ابھی نازل ہی نہیں ہوا' حج کے دروازے ابھی بند ہیں۔ صلوٰۃ پنج گانہ کا پورا نظام ہجرت کے کچھ عرصہ پہلے اور کچھ ہجرت کے بعد آیا ہے' اسے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ اعمال صالحہ کے جو تصورات ہمارے ذہنوں میں بیٹھے ہوئے ہیں' درحقیقت وہ اس پس منظر میں موزوں (FIT) نہیں بیٹھتے۔ وہ اعمال صالحہ کیا ہیں جن کا ذکر تمام مکیات میں بکثرت و باعادہ آیا ہے اور اس سورت میں بھی آیا ہے؟..... یہ قابل توجہ بات ہے..... اس تناظر میں بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ ان مکیات میں دراصل 'اعمالِ صالحہ' سے مراد ہے دعوت و تبلیغ کرنا' صبر و ثبات کا مظاہر کرنا' توحید پر جمے رہنا' کسی بھی دباؤ میں نہ آنا حالات کی کسی بھی ناموافقت سے بددل نہ ہونا' اپنے موقف پر ڈٹے رہنا۔ صلوٰۃ کا جو ابتدائی نظام آ چکا ہے اس کی پابندی اور محافظت کرنا' امانت اور عہد کی پاسداری کرنا' عصمت و عفت کی حفاظت کرنا۔ یہ ہوگی اس وقت 'اعمال صالحہ' کی تشریح و توضیح.....

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں..... جوں جوں احکام شریعت نازل ہوئے تو ان کی بجا آوری' ان کی پابندی بھی 'اعمال صالحہ' کے ذیل میں آتی گئی اور اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا حتیٰ کہ اعمال صالحہ کا دائرہ پوری شریعت کو محیط ہو گیا۔ ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ جس مقام اور جس تناظر میں یہ لفظ قرآن مجید میں آتا ہے اس کا مفہوم اسی پس منظر میں اچھی طرح سمجھیں۔

© rasailojaraid

یہاں فرمایا جارہا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں داخل کرے گا ان باغات میں جن کے نیچے ندیاں بہتی ہوں گیں، یعنی دامن میں ندیاں رواں ہوں گی ۔ اب یہاں فوری تقابل کے طور پر اہل کفر کا انجام بھی دکھادیا گیا' فرمایا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ "اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھارہے ہیں اور حظ حاصل کر رہے ہیں" ۔ تمتع کے معنی ہیں 'فائدہ اٹھانا۔ یعنی اہل کفر دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں' فائدہ اٹھارہے ہیں اس کی نعمتوں اور لذتوں سے شاد کام ہو رہے ہیں..... وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ "اور وہ بھی اسی طرح کھاپی رہے ہیں' جیسے حیوانات چر چگ رہے ہیں"..... ذرا تصور کیجئے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کی کس قدر اور کتنی مخلوق آباد ہے! اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے لئے کوئی نہ کوئی غذا فراہم کی ہوئی ہے اور ہر ایک اپنا رزق پارہا ہے۔ لہٰذا یہ کافر بھی کھاپی رہے ہیں جیسے اور جانور کھاپی رہے ہیں..... یعنی اس دنیا میں کفار و مشرکین کی فراغت' آسائش اور ساز و سامان کی کثرت سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے..... اس معاملہ میں اصل قابل غور بات یہ ہے کہ انجام کار کے اعتبار سے کامیاب کون ہو گا!۔ جنت کی ابدی نعمتوں سے تمتع کرنے کا حق دار کون ہو گا! یہ کفار و مشرکین اس دنیا کی نعمتوں سے تمتع کر رہے ہیں تو کریں۔ آخرت میں جس انجام سے انہیں سابقہ پیش آئے گا وہ بہت خوفناک ہے۔ فرمایا وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ○ "اور آگ ان کا (آخری) ٹھکانا ہوگی" .....

اُمَمِ سابقہ سے عبرت

آگے چلئے' فرمایا وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْ اَخْرَجَتْكَ "اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کتنی ہی بستیاں ایسی گذر چکی ہیں جو بہت قوی اور' بہت زور آور تھیں' اس بستی سے کہ جس بستی (کے لوگوں) نے آپؐ کو نکال دیا" ۔ اگرچہ یہاں اخرجتک میں نسبت قریہ کی طرف ہے یعنی جس بستی نے آپ کو نکال دیا یعنی اصل میں یہاں ظرف سے مراد مظروف ہے۔ یعنی جس قریہ والوں نے آپؐ کو نکال دیا۔ آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو تکلیفیں پہنچائیں' اذیتیں دیں' حتیٰ کہ آپؐ کے خون تک کے پیاسے ہوگئے اور آپؐ کو اس بستی سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا

© rasailojaraid
© rasailojaraid
© rasailojaraid

تو اس بستی سے کہیں قوی اور زور آور بستیاں پہلے بھی گذر چکی ہیں..... اشارہ ہے قومِ عاد ' قومِ ثمود ' اصحابِ مدین وغیرہ کی بستیوں کی طرف ' جن سے اہلِ مکہ خوب واقف تھے..... جن کے مقابلے میں مکہ والوں کی کوئی حیثیت تھی ہی نہیں۔ وہ تو کعبۃُ اللہ کی وجہ سے عرب میں مکہ کو تقدس کا مقام حاصل تھا اور نہ قوت و شوکت کے لحاظ سے سابقہ قوموں کے مقابلہ میں قریش کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ لیکن ان قوموں کا انجام یہ ہوا کہ اَھْلَکْنٰھُمْ فَلَا نَاصِرَ لَھُمْ ○ "ہم نے ان سب کو ہلاک کیا پس ان کے لئے کوئی مدد گار نہیں ہے"..... جو لوگ عربی گرامر سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ یہاں نوٹ کریں کہ اگر کوئی بات جملہ فعلیہ کی شکل میں آتی ہے تو اس میں ماضی حال اور مستقبل کا کوئی نہ کوئی زمانہ متعین ہو جاتا ہے۔ لیکن جب تک جملہ اسمیہ کی شکل میں آتی ہے تو اس میں کسی مخصوص زمانے کا حوالہ نہیں ہوتا بلکہ دوام ہوتا ہے ' گویا وہ ایک آفاقی بات ہوتی ہے۔ ایک عالمی قانون ہوتا ہے ' جس میں کوئی استثناء نہیں ہوتا..... تو یہاں "فَلَا نَاصِرَ لَھُمْ" ایک کلیہ کا فائدہ دے رہا ہے۔ یعنی یہ کہ جس طرح اس موقع پر جب ان قوموں ' پر عذاب آیا تھا تو کوئی ان کا مدد گار نہ بن سکا اور ان کو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا کوئی نہ تھا اِنَّ بَطْشَ رَبِّکَ لَشَدِیْدٌ اسی طرح جب ان بستیوں والوں کو جہنم میں جھونکا جائے گا تو اس وقت ان کا کوئی مدد گار نہیں ہو گا..... درحقیقت اس آیت میں مشرکین مکہ پر ایک نوع کی تعریض ہے کہ یہ کس اکڑ میں ہیں! کس گھمنڈ میں ہیں! بڑی بڑی قوی قومیں تباہ کر دی گئیں ' بڑی بڑی تہذیبیں ملیامیٹ کر دی گئیں ' بڑے بڑے شہر کھنڈر بنا دیئے گئے تو ان قوموں کے مقابلہ میں ان مشرکین مکہ کی حیثیت کیا ہے! اللہ کی پکڑ جب آئے گی تو ان کے لئے دم مارنے کی مجال تک نہ ہو گی۔

© rasailojaraid

فوری تقابل کی ایک اور مثال

آگے چلئے۔ اب آپ کو اکثر آیات میں یہی فوری تقابل کا اسلوب ملے گا ' فرمایا اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ کَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَ ھُمْ ○ "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ جو شخص ' جو انسان اپنے رب کی طرف سے ایک روشن طریقے پر ہو اس شخص کی مانند ہو جائے جس کے لئے اس کے عمل کی برائی مزین کر دی گئی ہے اور جو اپنی خواہشات نفس کے پیچھے چلنے والے ہیں۔" "بَیِّنَۃ" سے مراد ہے "ایک

© rasailojaraid

نہایت تابناک اور روشن حقیقت" جسے اپنے وجود پر کسی خارجی دلیل کی حاجت نہ ہو۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ "بَیِّنَۃ" وہ چیز ہے جو آفتاب کی مانند اپنی دلیل آپ ہے۔

بیّنہ کا قرآنی مفہوم

اس آیت میں "عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ" کے الفاظ پر توجہ کیجئے۔ سورۂ ہود میں متعدد انبیاء ورسل کے ذکر میں یہ الفاظ اسی ترتیب سے بتکرار وارد ہوئے ہیں۔ یہاں درحقیقت بینہ سے مراد ہے انسان کی فطرت سلیم اور فطرت صالح جو اپنی اصل پر قائم ہو، جو غلط ماحول یا غلط تربیت کے زیر اثر مسخ (PERVERTED) نہ ہو گئی ہو جس میں حق کو پہچاننے اور قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ فطرت اگر سلامت ہو تو انسان کو حق کو پہچاننے میں دیر نہیں لگتی اور جیسے ہی حق سامنے آتا ہے انسان لپک کر حق کو قبول کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام اس کی زندہ مثال ہے۔ اس کے برعکس اگر فطرت مسخ ہو جائے تو انسان اپنی بداعمالیوں کے لئے عقلی توجیہات کرتا ہے، عقلی دلیلیں دیتا ہے۔ بے حیائی کے کاموں کو ثقافت اور کلچر کا نام دے کر انہیں خود بھی اختیار کرتا ہے اور ان کو ترویج بھی دیتا ہے۔ اس لئے کہ بے حیائی کے کاموں کو اگر بے حیائی کا نام دے کر کیا جائے گا تو کچھ لوگ جن کا ضمیر ابھی زندہ ہے، اس کی مذمت کریں گے، اس پر احتجاج کریں گے چنانچہ ثقافت کے نام سے جو کچھ ہو رہا ہے، اس پر وہ اب بھی تنقیدیں کرتے ہیں، لیکن وہ مؤثر اس لئے نہیں ہوتیں کہ اسے کلچر، تہذیب، آرٹ اور ثقافت کے خوشنما ناموں کے لبادے اڑھا کر پیش کیا جاتا ہے۔ جیسے خدا ناآشنا جمہوریت کے بارے میں علامہ اقبال مرحوم نے اپنی مشہور نظم "ابلیس کی مجلس شوریٰ" میں خود ابلیس کی زبان سے کہلوایا ہے ؎

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

تو لوگوں نے آج، بے حیائی کے کاموں کو روشن خیالی اور کلچر، تہذیب، آرٹ، ثقافت کے ناموں کے لبادے اڑھا رکھے ہیں۔

© rasailojaraid.com

تزئینِ عملِ سُوء

یہ اور اسی نوع کے دوسرے بے شمار برے کام ہیں جن کو یہاں " زُیِّنَ لَہٗ سُوْءُ عَمَلِہٖ " کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی عمل کی برائی کو خوش نما بنادینا' مزین کر دینا۔ اس پر خوشنما و دل آویز پردے ڈال دینا۔ خوش نما اصطلاحات کے لبادوں میں اس عمل کی برائی کو چھپالینا۔ اس کی جو بد نمائی ہے اس کو خوش نما نقابوں کے ذریعہ سے نگاہوں سے مخفی کر دینا...... تو جن لوگوں کا وطیرہ یہ ہو تو در حقیقت یہ تمام صورت حال اور کیفیات نتیجہ ہیں اس امر واقعی کا کہ ان کی فطرت سلیمہ و صحیحہ مسخ ہو چکی ہے اور ان کے پیش نظر ہوائے نفس کے سوا اور کوئی اعلیٰ قدر ہے ہی نہیں۔ اسی لئے فرمایا وَ اتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَ ھُمْ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

اس آیت کا اسلوب سوالیہ و استفہامیہ ہے۔ یہ وہی اسلوب ہے جو سورۂ قلم میں اختیار کیا گیا کہ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ ○ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ○ "کیا ہم اپنے فرمانبرداروں کا انجام مجرموں جیسا کریں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا؟ تم کیسا حکم لگاتے ہو؟" ...... پس یہاں فرمایا کہ کیا وہ لوگ جو اپنی فطرت سلیمہ پر قائم ہیں' بھلا کیسے ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کا انجام ان لوگوں کے مانند ہو جن کے لئے ان کا برا عمل خوشنما بنادیا گیا ہو اور وہ لوگ اپنی خواہشات نفس کے پیرو کار بنے ہوئے ہوں......

لفظ فطرت سے مراد ذہن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کی طرف منتقل ہوا کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ حتی یعوب عنہ لسانہ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ (طبرانی) نسل انسانی کا ہر بچہ فطرت سلیمہ لے کر دنیا میں تولد ہوتا ہے۔ اس کے والدین یہودی' نصرانی' مجوسی یا کسی اور مذہب کے پیرو کار ہوں گے تو وہ اپنے بچہ کو اسی پر اٹھائیں گے...... غلط ماحول' غلط تربیت' غلط تعلیم اس بچہ کی فطرت سلیم پر حجابات اور اثرات ڈال دیتی ہیں۔ چنانچہ بچہ فطرتِ سلیمہ اور عقل صحیحہ سے کام لینے کی صلاحیت سے محروم رہ جاتا ہے اور بالآخر اس کی فطرت مسخ اور عقل خبط ہو جاتی ہے۔ الا ما شاء اللہ......

© rasailojaraid.com

الفاظ کے استعمال میں احتیاط

یہاں یہ بات خصوصیت کے ساتھ نوٹ کیجئے کہ بعض اوقات ہم چند الفاظ کا استعمال بہت غیر محتاط طور پر کر دیتے ہیں۔ ایک لفظ ہے جبلّت جسے فارسی میں سرشت کہتے ہیں۔ اسی مفہوم میں خلقت کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ایک لفظ ہے فطرت...... جس کا مفہوم بالکل جدا ہے۔ فطرت کا لفظ ہمیشہ خیر کی اور مدح کی جگہ پر استعمال ہوتا ہے۔ جب شر کی بات آئے گی تو اسے فطرت سے منسوب نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ یوں کہیں گے کہ یہ جبلی کمزوری ہے یا فلاں برائی انسان کی سرشت میں داخل ہے یا خلقت کا جزو ہے۔ لیکن شر کی بات کو کبھی بھی فطرت سے تعبیر نہ کیجئے۔ فطرت کے لفظ کا اطلاق ہمیشہ خیر اور مدح کے کام پر ہو گا۔ فطرت در حقیقت انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک خصوصی عطیہ ہے۔ سورۃ الروم میں فرمایا "فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا" انسان کی تو یہ شان ہے' یہاں فطرت کا لفظ اللہ تعالیٰ نے مقام مدح میں فرمایا......

جنّت کی نعمتوں کا بیان

آگے چلئے' آپ دیکھیں گے کہ یہاں پھر فوری تقابل کے طور پر اہل جنت اور اہل جہنم کا ذکر ایک دوسرے اسلوب سے آرہا ہے۔ فرمایا مَثَلُ الْجَنَّۃِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ "صفت اُس جنت کی جو وعدہ کی گئی ہے متقیوں سے"۔ یعنی وہ جنت کہ جس کا وعدہ متقین سے کیا گیا ہے...... وہ جنت کیسی ہے! فرمایا" فِیْھَا اَنْھٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ" اس میں دریا ہیں' نہریں ہیں' ندیاں ہیں' ایسے نتھرے ہوئے پانی کی نہریں کہ جن کے نہ مزے میں کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ اس میں کوئی بو پیدا ہوتی ہے..... ہمارے یہاں دریا' نہر' ندی کے پانی کے متعلق یہ بات عام طور پر پائی جاتی ہے کہ اس کے مزے میں کچھ کڑواہٹ بھی ہوتی ہے۔ جن راستوں سے دریا گذر کر آیا ہے اس گذر گاہ میں جو معدنیات (MINERALS) ہوتی ہیں' ان کا ذائقہ اور بو پانی میں شامل ہوتی رہتی ہے۔ پانی کی رنگت بھی بدلتی ہے۔ لیکن جنت کی نہروں کے متعلق فرمایا فِیْھَا اَنْھٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ جنت کی نہروں کی کیفیت یہ ہو گی کہ ان میں صاف شفاف اور نتھرا ہوا پانی بہہ رہا ہو گا..... میں آج غور کرتا رہا تھا

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.
© rasailojaraid

تو مجھے دنیا میں قریب ترین اس کی یہ مثال سمجھ میں آئی ہے کہ پہاڑوں میں جو نالے ہوتے ہیں ان کا پانی اتنا صاف وشفاف ہوتا ہے کہ تہہ نظر آ رہی ہوتی ہے۔ تو ان سے ہزاروں گنا صاف و شفاف پانی جنت کی نہروں کا ہو گا۔ آگے فرمایا وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ...... اور ایسے دودھ کی نہریں بہہ رہی ہوں گی جن کا ذائقہ بدلا ہوا نہیں ہو گا...... یعنی نہ دودھ پھٹے گا اور نہ اس میں کوئی اور خرابی پیدا ہو گی...... نوٹ کر لیجئے کہ آج کل عربی میں لبن، کا لفظ عام طور پر دہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور دودھ کے لئے وہاں اب جو لفظ مستعمل ہے وہ حلیب ہے۔ لیکن قدیم عربی میں یہ لفظ دودھ کے لئے بولا جاتا تھا...... ابھی جنت کی نہروں کا ذکر چل رہا ہے چنانچہ آگے فرمایا وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ "اور وہاں شراب کی ایسی نہریں جاری ہوں گی کہ یہ مشروب پینے والوں کے لئے نہایت لذیذ ہو گا" ...... یعنی جنت کی شراب کی کیفیت دنیا کی شراب جیسی نہیں ہو گی کہ اس میں نہایت کڑواہٹ اور تلخی ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ دنیا کی شراب کے نشہ اور خمار سے انسان کے ہوش و حواس جاتے رہتے ہیں۔ لیکن جنت کی شراب کے متعلق قرآن میں متعدد مقامات پر کہا گیا ہے کہ جنت کی شراب میں سرور تو ہو گا لیکن ایسا ہر گز نہیں ہو گا کہ انسان اس کو پی کر عقل و خرد سے بیگانہ ہو جائے اور نہ ہی اس میں تلخی ہو گی بلکہ وہ پینے والوں کے لئے نہایت لذیذ ہو گی...... آگے فرمایا وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى "اور اس جنت میں صاف شفاف شہد کی نہریں بہتی ہوں گی" ...... یعنی اس شہد میں نہ کسی قسم کی آمیزش ہو گی اور نہ بساند ہو گی بلکہ وہ شہد بالکل صاف و شفاف ہو گا......

حدیث میں جنّت کی نہروں کا بیان

جنت کی نہروں کی کیفیات کی ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیارے انداز میں تشریح فرمائی ہے اور یہ مرفوع حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جنت کا دودھ مویشیوں کے تھنوں سے نکلا ہوا نہیں ہو گا" ...... ہم جس دودھ سے واقف ہیں وہ تو جانوروں کے تھنوں سے نکلا ہوا ہوتا ہے لیکن حضورؐ کے ارشاد گرامی کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ جنت کا دودھ کوئی شے دگر ہو گا' اس کو ہمارے ذہن سے قریب تر لانے کے لئے دودھ کا لفظ قرآن مجید میں استعمال فرمایا گیا ہے...... حدیث شریف میں آگے

© rasailojaraid
© rasailojaraid

ذکر آتا ہے کہ "وہاں کا شہد مکھیوں کے پیٹ سے نکلا ہوا نہ ہو گا...... اور وہاں کی شراب کو لوگوں نے اپنے قدموں سے روند کر نہ بنایا ہو گا" ...... یہ آخری حصہ جو شراب سے متعلق ہے، بڑا اہم ہے...... زمانہ قدیم میں انگور اور کھجور کو پہلے پیروں سے روند کر ان کا عرق نکالا جاتا تھا پھر شراب بنانے کے لئے اس شیرے کو سڑایا جاتا اور پھر مختلف مراحل سے گذارا جاتا تھا...... ہمارے اس دور میں بھی کھانے کی بعض چیزیں جو بڑی لذیذ ہوتی ہیں ان کے متعلق اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ وہ کس طور پر اور کس مرحلہ سے گذر کر وجود میں آتی ہیں تو شاید ہی کوئی اسے کھانے پر آمادہ ہو...... مشہور ہے کہ ریوڑیاں بنانے کے لئے اس کا جو قوام تیار کیا جاتا ہے تو اس کے لوازمات کو پہلے خوب پیروں سے روندا جاتا ہے جس میں کاری گروں کے پیروں کا میل اور پسینہ بھی لازماً شامل ہوتا ہو گا۔ پھر وہ اس قابل بنتا ہے کہ اس سے ریوڑیاں بنائی جائیں...... اسی طریقے سے ہمارے یہاں درمیانی درجے کی بیکریوں میں ڈبل روٹی اور بسکٹ بنانے کے لئے آٹا یا میدہ بھی بڑی بڑی ناندوں میں ڈال کر پیروں کے ذریعہ سے گوندا جاتا ہے۔ پھر سویوں میں تار بنانے کے لئے لوچ جس چیز سے پیدا ہوتا ہے وہ چیز چھیچھڑوں سے تیار ہوتی ہے...... اسی کو ہم جیلاٹین کے نام سے جانتے ہیں اب تو ہمارے یہاں حرام و حلال کی تمیز بھی اٹھتی چلی جا رہی ہے لہٰذا اللہ جانے کہ کتنے لوگ مردار اور حرام جانوروں کی کھالوں کے چھیچھڑے بھی جیلاٹین بنانے کے لئے استعمال کرتے ہوں گے...... جہاں تک شراب کا معاملہ ہے تو اس دور میں اس کی تیاری کے لئے بڑے بڑے پلانٹ لگ گئے ہیں۔ لیکن وہاں بھی کشید کردہ عرق کو سڑانے کا کوئی نہ کوئی طریقہ ضرور استعمال ہوتا ہو گا...... لیکن جنت کی شراب انتہائی پاکیزہ ہو گی ان تمام خرافات سے مبرا ہو گی۔ اس دنیا میں انسان کو پھل اور میوے بڑے مرغوب ہوتے ہیں لہٰذا آگے فرمایا

وَلَهُمْ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ "اور اہل جنت کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل اور میوے ہوں گے" ...... اس سے پہلے تو مشروبات کی بات چل رہی تھی۔ دودھ، شہد، شراب یہ سب مشروبات ہیں۔ اب کھانے کی چیزوں میں مرغوب ترین چیز کا ذکر فرمادیا گیا کہ اس جنت میں ہر نوع کے پھل اور میوے ہوں گے...... اس دنیا میں بعض پھل اور میوے موسموں اور علاقوں سے متعلق ہوتے ہیں لیکن جنت کے پھل اور میوے اس قید سے بالکل مستثنیٰ ہوں

© rasailojaraid.
© rasailojaraid.

گے۔ مزید یہ کہ یہ پھل اور میوے بھی دنیا کے پھل اور میووں سے متشابہ تو ہوں گے لیکن یہ بھی مشروبات کی طرح اعلیٰ ترین لذت فرحت کے اعتبار سے بڑے مختلف ہوں گے۔ جن کا کوئی حتمی اور قطعی تصور اس دنیا میں ممکن نہیں ہے۔

مغفرت کی بشارت

یہاں تک تو جنت کی نعمتوں کا ذکر ہوا۔ آگے اس بات کا ذکر ہے جس کی ایک بندۂ مومن کو سب سے زیادہ احتیاج ہے۔ جس کے بغیر وہ جنت کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ ہے مغفرت...... لہٰذا یہاں مومنین صادقین کو اس کی بشارت بایں الفاظ دی جا رہی ہے وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۔ "اور ان کے لئے ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے، بخشش ہے" ان کی خطاؤں، ان کی لغزشوں ان کی کوتاہیوں، ان کے گناہوں کی معافی اور پردہ پوشی کی نوید بھی سنا دی گئی جو ایک بندۂ مومن کا اصل مقصود و مطلوب ہے...... مغفرت کا صحیح مفہوم دراصل پردہ پوشی ہے۔ اس لئے کہ "غفر" کا لفظ بنیادی طور پر کسی چیز کو چھپانے کے مفہوم میں آتا ہے۔ مغفر کہتے ہیں خود کو۔ پچھلے زمانہ میں جنگ میں سر کو تلوار کے وار سے بچانے کے لئے لوہے کے خود استعمال ہوتے تھے۔ آج کل اس خود نے ہلمٹ (HELMET) کی شکل اختیار کر لی ہے۔ معافی، بخشش اور درگذر دراصل مغفرت کے مجازی مفاہیم و معانی ہیں...... لہٰذا یہ ہے عظیم ترین بشارت مومنین صادقین اور مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے کہ ان کی خطاؤں کی اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پردہ پوشی فرمائے گا۔

اہل جہنم سے تقابل

ابھی آیت ختم نہیں ہوئی۔ آگے فرمایا كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ یہاں ابتداء میں حذف کا اسلوب ہے جو بہت اہم ہے۔ یہاں مفسرین نے یہ الفاظ محذوف مانے ہیں أَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهِ النِّعَمِ "کیا وہ شخص جس کے حصہ میں جنت کی یہ نعمتیں آنے والی ہیں" ...... وہ ان لوگوں کے برابر ہو جائے گا جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ان کو ایسا کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جو

© rasailojaraid

ان کی آنتوں اور انتڑیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا...... یہاں قطّع آیا ہے جو باب تفعیل ہے۔ اس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ فَقَطَّعَ اَمْعَاءَ هُمْ ۔ یعنی انہیں جو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا وہ انتریوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ۔ واضح رہے کہ ازروئے قرآن مجید واحادیث شریف اس طرح چھٹکارا انہیں مل جائے گا بلکہ وہ آنتیں پھر درست کر دی جائیں گی اور کھولتا ہوا پانی ان کے پھر ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور یہ عمل ہمیشہ ہمیش جاری رہے گا۔ اس عذاب کو دوام ہے۔ عذاب جہنم سے دوزخیوں کے نظام جسمانی میں سے جو چیز' جو عضو ختم یا مختل ہو گا' اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ پیدا فرمادے گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ سورۃ النساء میں تصریح موجود ہے كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا جیسے جیسے ان کی کھالیں جھلس کر ختم ہو جاتی جائیں گی ویسے ویسے ہم انہیں دوسری کھالیں دیتے رہیں گے"۔ تاکہ جہنم کی آگ کی جلن اور سوزش قائم و پیہم رہے۔ دیکھئے تقابل کا اسلوب یہاں بھی موجود ہے۔ جنت کی نعمتوں کے ذکر کے معا بعد جہنم کے عذاب کی جھلک بھی دکھادی گئی۔ اس طرح پوری بحث بالکل منقح ہو کر سامنے آ گئی۔

(جاری ہے)

ڈاکٹر اسرار احمد

نے اپنی دوسری دینی اور علمی خدمات کیساتھ ساتھ شادی بیاہ کی تقریبات کے ضمن میں

ایک اصلاحی تحریک

بھی برپا کی اور ـــــ خطبۂ نکاح ـــــ کو صرف ایک رسم

کی بجائے واقعی تذکیر و نصیحت اور معاشرتی زندگی سے متعلق اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کا ذریعہ بنایا

اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی ایک اہم تحریر اور ایک خطبۂ نکاح کو دیدہ زیب کتاب کی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے۔

بڑے سائز کے ۴۸ صفحات ○ عمدہ دبیز کاغذ ○ دیدہ زیب کور ،

ہدیہ : ۴ روپے ـــــــ محصول ڈاک علاوہ

© rasailojaraid.com